افغانستان کی مسلم فکر میں روایت وجدیدیت:
خانقاہ شور بازار کابل کے افکار واثرات کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of the Thoughts and Effects of Khanqah Shur Bazar Kabul with Reference to Tradition and Modernity in the Muslim Thought of Afghanistan

Hassan Baig
Lecturer
Interfaith Studies, F/O AIS, AIOU Islamabad
Email: hassan.baig@aiou.edu.pk

Hafiza Hafsa Majeed
Lecturer
Dar ul Uloom Madnia Batala Colony, Faisalabad
Email: hafizahafsa44@gmail.com

Abstract

Most of the world religions were transmitted, at least initially, through oral tradition. Even today, tradition is passed down from one generation to another in many living religions. However, renewal, reform and modernizations are ongoing processes in many religious traditions which keep them lively and alive. However, this should not lead to mere ascendency of rationalism in the matters of religion. The West, where rationalism holds sway, has been witnessing its destructive effects on its society and there have even been debates on returning to their traditional values. Like many other parts of the Muslim world, Afghanistan has also been experiencing a conflict that has arisen from the debates over tradition and modernity. Khanqahs in Afghanistan have played an important role in such debates. One such khanqah is Khanqah-i Shur Bazar, Kabul, which is associated with the Mujaddidi order of Sufism established by Shaykh Ahmad Sirhindi, popularly known as Mujaddid Alf Thani. This paper will attempt to present and analyze the contribution of Khanqah-i Shur Bazar, Kabul in the ongoing debate of modernity and tradition in Islam.

Keywords: Thoughts, Effects, Khanqah Shur Bazar Kabul, Tradition, Modernity

موضوع کا تعارف اور اہمیت

دنیا کے اکثر مذاہب کا مدار زیادہ تر زبانی روایت پر ہے، لکھی ہوئی کتابوں پر نہیں۔ کسی بھی دین یا مذہب کے زندہ ہونے کا معیار یہ ہے کہ روایت شروع سے لے کر آج تک کلی حیثیت سے سلسلہ بہ سلسلہ اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آرہی ہو تبھی وہ دین یا مذہب قائم رہ سکتا ہے۔ البتہ یہ بات بھی ضروری ہے کہ تحقیق، اجتہاد، اصلاح اور جدت کا عمل جاری رہے۔ کیونکہ ان اعمال کے سر انجام دینے سے ہی کوئی دین یا مذہب ترو تازہ رہتا ہے اور اس

سے افکار تازہ کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ لیکن ایسی جدیدیت جو روایت، تحقیق، اجتہاد، اصلاح اور جدت کو پس پشت ڈال دے، دین کی خالص روایات کا قلع قمع کر دے اور نام نہاد عقل پر ستی کا شوروغوغا ڈال دے اسے کہیں بھی پسند نہیں کیا جاتا۔ اہل مغرب کی عقل پر ستی نے نہ صرف انہیں اپنے مذہب سے دور کیا بلکہ خاندانی اور معاشرتی نظام سے بھی دور کر دیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ مغربی دانشور اپنی روایات کی واپسی اور بحالی کی بات کر رہے ہیں۔ خطہ افغانستان میں کئی عشروں سے روایت اور جدیدیت کی مشرقی اور مغربی کشمکش جاری ہے۔ تاہم خانقاہ شور بازار کابل نے روایت و جدیدیت کی مثال کو قائم رکھتے ہوئے تصوف کے ذریعہ معاشرے کے افراد کی آبیاری کی ہے۔ گھمبیر حالات میں بھی روایت کو سامنے رکھتے ہوئے افراد معاشرہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں جدید تعلیم سے ہم آہنگ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ اس خانقاہ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں افغانستان میں علمی، روحانی اور فکری انقلاب برپا کیا ہے۔ اس مقالہ میں افغانستان کی مسلم فکر میں روایت و جدیدیت کے حوالہ سے خانقاہ شور بازار کابل کے افکارت واثرات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے گیا ہے۔

افغانستان: ایک مختصر تعارف

جنوبی ایشیاء کے مغربی کنارے پر واقع افغانستان ہمیشہ سے عالمی اور سامراجی قوتوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ افغانستان نہ صرف سیاسی، تہذیبی اور علمی طور پر بلکہ جغرافیائی لحاظ سے بھی برصغیر پاک وہند، خلیج فارس، چین، روس اور نو مسلم ریاستوں کے سنگھم پر واقع ہونے کی بنا پر خاص اہمیت رکھتا ہے۔ بیسویں صدی کے جدید نقشہ کے مطابق افغانستان کے شمال مشرق میں چین اور پاکستان کے علاقہ جات، جنوب مشرق میں پاکستان، شمال اور شمال مغرب میں نو آزاد مسلم ریاستیں اور جنوب مغرب میں ایران کا مشرقی حصہ شامل ہیں۔ بنیادی طور پر جدید افغانستان امیر عبدالرحمٰن کے عہد میں 1880ء میں وجود میں آیا۔ اس کا کل رقبہ 6520901 کلومیٹر / 251773 مربع میل ہے۔[1] بیسویں صدی کی اس ریاست کا جدید نقشہ کم و بیش 2 سے 3 ہزار سال کے تاریخی ارتقاء اور نشیب و فراز کے بعد معرض وجود میں آیا ہے۔ اگرچہ تاریخ کے اس طویل سفر کو طے کرنے میں اندرونی لڑائیوں، بیرونی حملہ آوروں کی یلغار و شورش، مختلف قوموں کی طویل جنگوں اور تہذیبوں کے خدوخال ملاپ نے افغان معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں لیکن اس کی تہذیب کے ساتھ ساتھ جغرافیائی حجم کو کم کرنے اور بڑھانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔[2]

خانقاہ شور بازار کابل: ایک مختصر تعارف

یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ صوفیائے نقشبند نے برصغیر میں اسلام کی اشاعت اور رد بدعات پر خاص زور دیا۔ خواجہ باقی باللہ بے رنگ (م۔1012ھ / 1603ء)، شیخ احمد سرہندی (م۔1034ھ / 1624ء)، خواجہ معصوم

سرہندی (م۔1079ھ /1668ء) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے توسط سے نقشبندی سلسلہ کا احیاءیورپ وعرب سمیت افغانستان اوروسط ایشیائی ریاستوں میں ہوا۔علاوہ ازیں نامور محققین کی آراء میں کابل میں خانقاہ شور بازار کا قیام نظریاتی طور پر اسی وقت معرض وجود میں آچکا تھاجس وقت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ (م۔1079ھ / 1668ء) نے اپنے بڑے بیٹے شیخ صبغۃ اللہ سرہندی مجددیؒ (م۔1121ھ /1709ء) کووسط ایشیاءاور وادی غور کی خلافت سے مشرف فرماکر خصوصی طور پر افغانستان کی طرف روانہ کیا۔(3) شیخ صبغۃ اللہ نے سلسلہ مجددیہ کی افکار کو اس خطہ میں متعارف کروایا۔(4) تذکرہ نگاروں کے نزدیک خراسان کی تمام ریاستوں میں مجددی نسبت کو خاص فوقیت حاصل رہی ہے۔ان کے منفرد طریقہ اور تعلیمات نے اس معاشرے کو متاثر کیا۔ اخلاف مجددیہ اور سلسلہ کے جانشین حضرات نے عرب وعجم میں سلسلہ مجددی کی اشاعت کرکے حضرت مجددالف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی تعلیمات کوعام کیا۔معروف محقق Asta Olesen اسی تناظر میں رقمطراز ہیں:

> "Due to Naqshbandiyya order's strong position in central Asia and Afghanistan, fourteen of Shaykh Ahmad Sirhindi's Khalifas come from here and today most Naqshbandiyya Pirs draw their silsila from Shaykh Ahmad Sirhindi and the tariqat is represented by some of his descendants, know under the name Mujaddidi."(5)

خواجہ غلام قیوم مجددی(م۔1330ھ /1912ء) جن کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں شیخ احمد سرہندیؒ سے جاملتا ہے۔ آپ نے انیسویں صدی کے اواخر میں سلسلہ مجددیہ کے پھیلاؤ اور خلق خدا کی آمدروفت کی وجہ سے کابل میں ایک مرکزی خانقاہ کی ضرورت کو محسوس کیاگیاتاکہ تشنگان علوم دینیہ کی تشنگی کو دور کرکے ذکر وفکر کی روح سے بیدار کیاجاسکے۔اسی لیے خواجہ غلام قیوم مجددیؒ نے تن من دھن سے شہر کابل اوراس کے اطراف میں سلسلہ مجددیہ کو پھیلانے میں کلیدی کردار اداکرنا شروع کردیااور مخلوق خدامیں علوم دینیہ وتزکیہ باطن کی اشاعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے دیا۔علامہ بدخشی آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"در تعلیم علوم دینی وتصفیہ باطن ملت مسلمان افغانستان ذرہ ای فروگذاشت نمودند۔ خلفاو مجازان شان درھر گوشہ کشور بہ روشنگری پرداختہ شمع سبل راھیان وادی عرفان بودند۔"(6)

"آپ نے دینی علوم کی تعلیم دینے اور ملت افغانستان کے باطن(تزکیہ نفس کی تعلیم وتعلم) کوپاک کرنے میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں کی ہے۔ ملک کے کونے کونے میں ان کے خلفاء اور دعوت وارشاد کے مجاز حضرات دولت سرمدی سے سرشار تھے اورلوگوں کووادی عرفان کی شمع سے روشن اور معمور کررہے تھے"۔

خواجہ غلام قیوم مجددی نے اپنے اسلاف کی طرز پر شریعت کو رواج دیا۔ ہندوستان میں مختلف علمی وتدریسی فرائض کو سرانجام دینے کے بعد دوبارہ افغانستان تشریف لے گئے۔ اپنے جد امجد خواجہ صبغۃ اللہؒ کے قائم کردہ مراکز بالخصوص کابل کو ہی آپ نے دعوت وارشاد کا محور بنایا اور درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے سلسلہ مجددیہ کو فروغ دینا شروع کر دیا۔[7] تذکرہ نگاروں کے نزدیک آپ منصب قیومیت ومجددیت سے مشرف تھے[8]۔ آپ کی تبلیغ وارشاد سے خانقاہ شور بازار کابل میں دار الارشاد کا مرکز بن گئی۔ بادشاہ، امراء اور افغان معاشرے میں اس خانقاہ نے بذریعہ تعلیمات مجددیہ دور رس اثرات مرتب کیے اور روحانیت کے اس عظیم مرکز سے مردان حق کے لیے معرفت الہیہ کے چھلکتے ہوئے جام تقسیم کیے گئے۔[9] اس خانقاہ کے قیام کے بعد دینی وسیاسی حلقوں میں دعوت وارشاد میں بے انتہاء مقبولیت واقع ہوئی۔ Senzil Nawid لکھتی ہیں:

> At the beginning of the twentieth century the influence of the Hazrats of Shurbazar reached its peak.[10]

پروفیسر Bo Utas حضرات مجددیہ کی دینی وسیاسی خدمات اور وسط ایشیاء میں روحانی اثر ورسوخ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "وہ مشائخ جن کا تعلق وسطی ایشیاء کے خانوادوں سے ہیں اور نسبت مجددیہ سے بھی مشرف ہیں۔ ان حضرات میں جداگانہ ومنفرد طریقہ رائج ہے۔ مجددی خاندان کے ایک خاندان نے بیسویں صدی کے آغاز میں کابل میں قدم جما لیے ہیں۔ ان مجددی پیر صاحب کا نام شیخ قیوم جان آغا مجددی تھا۔[11] یہ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی ساتویں پشت میں سے تھے اور کابل کے اطراف میں حضرت صاحب شور بازار کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کا شمار اپنے وقت کے معروف شیوخ میں ہوتا ہے"۔[12]

لوگوں کے اژدہام کے پیش نظر آپ نے کابل میں شور بازار[13] کے مقام پر ایک خانقاہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس نے مستقبل قریب میں قدیم وجدید افغانستان پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ آپ کی شان جلالت، تبحر علمی اور بلند روحانی مقام کے پیش نظر آپ علماء ومشائخ میں ملا شور بازار کے لقب سے معروف ہوئے[14]۔ حضرت صاحب شور بازارؒ کے تین فرزندان گرامی تھے۔ جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

(1) شیخ فضل محمد فضلی مجددی معروف بہ شاہ آغا ملقب شمس المشائخ (م۔1342ھ/1924ء)

(2) شیخ فضل عمر مجددی معروف بہ شیر آغا ملقب نور المشائخ (م۔1376ھ/1956ء)

(3) شیخ محمد صادق مجددی معروف بہ آغا گل صاحب (م۔1396ھ/1976ء)[15]

خواجہ غلام قیوم مجددی نے بندگان حق کی دینی وروحانی تربیت میں شب وروز ایک کر دیا۔ آپ گوناگوں

مصروفیات کے باعث زیادہ تر علالت کا بھی شکار رہے، مگر عین حیات میں ہی اپنے فرزندان گرامی اور کثیر خلفاء کو اصلاح معاشرہ کا اہم ترین منصب دے گئے۔ آپ کا وصال 1330ھ /1912ء کو شور بازار کابل میں ہوا اور مزار مرجع الخلائق ہے۔[16] آپ کے بعد اس خانقاہ کا انتظام و انصرام آپ کے بڑے صاحبزادے شمس المشائخ فضل محمد مجددی نے سنبھالا، مگر (م۔1342ھ /1924ء) میں ان کے انتقال کے بعد خانقاہ کا انتظام و انصرام، نورالمشائخ فضل عمر مجددی (م۔1376ھ /1956ء) نے سنبھالا۔ فضل عمر مجددی نے کابل کے باہر قلعہ جواد کے علاقے میں خانقاہ کو تعمیر کیا، جو والد گرامی کی قائم کردہ خانقاہ کا "صدر مقام" بن گئی اور خانقاہ ملا شور بازار / خانقاہ حضرت نورالمشائخ کے نام سے معروف ہوئی۔ بیسویں صدی کے اس پر آشوب وقت میں اس خانقاہ میں فضل محمد مجددی نے علوم دینیہ کو فروغ دیا۔ تذکرہ نگاروں کے نزدیک آپ خود ایک نابغہ روزگار شخصیت کے مالک تھے۔ حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ نے صوبہ غزنی کے علاقہ شیلگر میں نور المدارس کے نام سے مدرسہ قائم کیا جس میں علوم و دینیہ کو عصر حاضر کے علوم کے ساتھ آراستہ کرنے اور امتحانات کی نظم و ترتیب کو عوام کی سہولت کے لیے مرتب کیا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق 500 سے زائد طلباء اور تین سو مدرسین اس زمانہ میں خانقاہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔

دینی وسیاسی شعور کی بیداری

حضرات مجددیہ کا افغان معاشرے میں خانقاہی نظام کا اصل مقصد تصوف کو ایک ادارے میں تشکیل دینا تھا ۔ پھر اس نظام کے ذریعے انسان کے گناہوں یعنی ان کی تمام باطنی برائیوں کا علاج کرنا تھا۔ جس طرح فقہائے کرام نے پوری شریعت کو یکجا کر کے اسے ایک کامل قانون کی شکل دی، جو کہ تمام مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ اسی طرح اس معاشرے میں قلبی امراض کے علاج کے لیے خانقاہی نظام کا انصرام کیا گیا۔ جب کوئی فرد شریعت مطہرہ کی تعلیمات کو سہل پسندی و کاہلی سے سر انجام دینے کے بجائے عزیمت کو اختیار کرتا اور سابقہ اعمال سے توبہ کر کے صوفی کا لقب حاصل کرلیتا تو یہ خانقاہی نظام نظام تصوف سے معروف ہونے لگا۔ مجددی حضرات کی حیات انہی تعلیمات کی مظہر تھیں۔ ان کے کردار میں پاکیزگی، سیرت میں تقدس، پیغام میں اخلاص اور لہجوں میں انتہائی شفقت تھی کہ جس نے اس خطہ کی تاریخ کے بہتے دھاروں کو تبدیل کر کے رکھ دیا اور روایت وجدیدیت کے امتزاج میں گہرے اثرات مرتب کیے۔[17]

معروف محقق Dr. C.F,Bo Utas کے نزدیک بیسویں صدی کے اوائل میں افغانستان میں کم و بیش بارہ سرگرم عمل خانقاہیں موجود تھیں۔ جن میں سے سات کا تعلق نقشبندیہ، تین کا تعلق قادریہ اور دو درگاہیں چشتیہ کی تھیں[18]۔ عمومی طور پر افغانستان میں انقلاب یعنی زار روس سے قبل بھی درویشانہ طرز زندگی اور رسم و رواج کئی لحاظ سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس خطہ نے جدید تمدن اور نت نئی ماحولیاتی تبدیلیوں کو چھوا بھی نہیں تھا۔

لیکن پھر اچانک سے بہت سے ان گنت چیزیں یکسر بدل گئیں اور تغیر زمانہ کے لحاظ سے مزید بدلتی گئیں۔ انقلاب سے رسل ورسائل میں برق رفتار جدت آئی۔ اس خطے میں ایسے تعلیمی ادارے وجود میں آئے جنہوں نے حکومتی پشت پناہی میں نئی افکار پیدا کیں اور انہیں سیکیولر سکول کا نام دیا گیا تا کہ معاشرے کو جدیدیت کی جناب گامزن کیا جاسکے[19](65)۔ اگرچہ نئی سڑکیں، بجلی، ریڈیو ٹیپ اور تیز رفتار گاڑیوں نے معاشرے کو بہت متاثر کیا۔ لیکن یہاں طریقت کا رنگ اس قدر پختہ اور ان حضرات مشائخ کی کشش جہت توجہ کا اثر اس قدر قوی تھا کہ کم و بیش دو سو سے اڑھائی سو سال قدیم نقشہ آج بھی دکھائی دیتا ہے۔ افغانستان کے خانقاہی نظام کا مشاہدہ کرنے سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ ہر بالغ بالضرور کسی نہ کسی شیخ کامل، پیر، مرشد، آقا، میاں، ایشان، خلیفہ سے بیعت وعقیدت رکھتا ہے۔

افغانستان میں بر خلاف دیگر سلاسل کے سلسلہ خواجگان (نقشبندیہ مجددیہ) کو ایک بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں ذکر خفی کو ذکر جہر پر مقدم کر کے عوام میں ایک باطنی تبدیلی کا سماں پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ واعظ کاشفی کے مطابق خواجہ عارف ریوگری (م۔616ھ/1219ء) کے خلیفہ کو خواجہ محمود انجیر فغنوی (م۔717ھ/1317ء) نے ذکر جہر کو دوام دیا۔[20] لیکن محمد بہاء الدین معروف بہ شاہ نقشبند (م۔751ھ/1389ء) نے خواجہ عبد الخالق غجدوانی (م۔615ھ/1218ء) کے روحانی اشارے پر وسط ایشیاء میں ذکر خفی کو دوبارہ سے جاری فرمادیا۔[21]

تب سے لے کر اب تک نقشبندیت افغانستان میں مرکزیت کی حیثیت اختیار کر گئی۔ مزید بر آں بیسویں صدی بالخصوص 1399ھ/1978ء میں سات نقشبندی خانقاہیں جو طویل عرصہ سے مشائخ کبار کے ساتھ منسلک تھیں، مگر یہ وراثت روحانیہ صرف ان مشائخ تک ہی محدود نہ تھیں، بلکہ کچھ خاندان ور شتہ دار بھی ان میں منسلک ہو گئے تھے اور ان صوفیہ کے خاندانوں میں آپس میں رشتہ داریاں قائم ہو چکی تھیں۔ جیسا کہ خواجہ محمد باقی باللہ (م۔1012ھ/1603ء) کے اجل خلیفہ شیخ احمد سرہندیؒ (م۔1034ھ/1624ء) کا خانوادہ اس خطہ میں نہایت معروف ہے۔[22]

علاوہ ازیں نامور محقق Cf. Ludwig کے نزدیک نقشبندیہ کی شاخ مجددیہ نسبتاً کافی دیر سے افغانستان پہنچی اور خانوادہ مجددی کے ایک خاندان نے بیسویں صدی کے آغاز میں کابل میں قدم جما لیے۔ ان نامور مجددی مشائخ میں قیوم جان آغا (م۔1330ھ/1912ء) شیخ سرہندی کی ساتویں پشت میں سے تھے اور کابل میں حضرت صاحب شور بازار کے نام سے مشہور تھے۔[23]

آپ مزید لکھتے ہیں کہ خطہ خراسان میں خانقاہی نظام کو فروغ دینے میں یہ بات نہایت قابل ذکر ہے کہ آپ کے جد امجد خواجہ صفی اللہ (م۔1212ھ/1798ء) کابل میں مجددی خانقاہوں کے انصرام کے حوالے سے پیشرو مشائخ میں سے ہوئے ہیں۔ قدیم وجدید تذکرہ نگاروں کے نزدیک آپ نے کابل سے لے کر وادی مہران[24]

اور کوہستان سے لے کر عرب کی ریاستوں میں مجددی خانقاہوں کا جال بچھا دیا[25] ۔ آپ کے جانشینوں اور روحانی اخلاف نے وسط ایشیاء دینی و تمدنی روایات کو پھیلانے کے علاوہ زندگی کے مختلف شعبہ جات میں کارہائے نمایاں سر انجام دیے ہیں۔[26] علاوہ ازیں خواجہ قیوم جان آغا معروف بہ حضرت صاحب شور بازار کے وصال کے بعد ان کی اخلاف میں سے صاحبزادہ شمس المشائخ فضل محمد عرف شاہ آغا (م۔1342ھ / 1924ء) جانشین کہلائے۔ جو ملکی سیاست میں نہایت سرگرم عمل تھے۔[27] تاہم 1924ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کے برادر اصغر نور المشائخ شیر آغا فضل عمر (1376ھ / 1956ء) نے یہ منصب سنبھالا۔ شیر آغا عہد نادر شاہ میں 1929ء سے 1932ء تک وزیر انصاف رہے اور افغانستان کے انتہائی بااثر صوفی سیاستدان تھے۔[28] خانقاہی نظام کی بالیدگی اور اس کے روزافزوں ترقی کرنے میں افغانستان کے مجددیوں نے کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ 1970ء کی دہائی میں خانقاہ شور بازار کے علاوہ ہرات کی خانقاہ جاغرتان کے حضرت صاحب تھے۔ حضرت صاحب عبد الباقی جان جو نادر شاہ کے زمانے میں وزیر انصاف بھی رہے اور میوند کی جنگ میں غازیوں کی راہنمائی بھی کرتے رہے۔ یہ لوگ ان خطوں میں سرہندی پیر کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔[29]

زار روس (1977ء۔1978ء) میں خانہ جنگی کے آثار اس خطے کے افق پر چھا رہے تھے اور لگتا تھا کہ یہ صوفیانہ ماحول اور یہ خانقاہی نظام ختم ہو جائے گا۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ مشائخ کے بعض خاندانوں میں ملحدین کے دھڑوں میں شرکت کر لی جس سے ان کے اثرات اس خانقاہی نظام پر مرتب ہوئے اور حکومتی نااہلی سے ملک کا نظام کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا گیا۔[30]

1979ء میں افغانستان عالمی طاقتوں کے گرداب میں آہستہ آہستہ جکڑتا گیا۔ روس نے افغانستان کو ہڑپ کرنے کی بھرپور کوشش کی، مگر ان مشائخ نے اسی خانقاہی نظام کو موثر سے موثر تر کرتے ہوئے افغان معاشرے میں حریت کی ایک نئی روح پھونکی۔[31] افغانستان کے اندر اور باہر ایک ہیجان انگیزی کی کیفیت پائی جاتی تھی۔ مگر ان علماء و مشائخ نے لوگوں میں جدوجہد، جہاد بالقلم اور اپنے اسلاف کی سنت کو مدنظر رکھتے ہوئے طاغوتی قوتوں کے خلاف فرنٹ لائن پر جنگ کرنے کا عندیہ دیا۔ ملک کی تمام تنظیمات نے ان سپہ سالاروں کی ہدایت پر کاربند رہتے ہوئے ملکی دفاع کیا۔ اس حوالے سے خانقاہ شور بازار کا کردار بہت نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔[32]

افغانستان کے معروف تذکرہ نگاروں کے نزدیک خانقاہ شور بازار کابل کے مؤسسین نے، اسلامی تہذیب و تمدن اور اس کے تشخص کو بچانے کے لیے افغانستان میں نہایت اہمیت کا کردار ادا کیا ہے۔[33] آپ کا مجددانہ کردار اور تعلیمات نے وسط ایشیاء کی سیاسی ، جغرافیائی اور معاشرتی حالات پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ تعلیمات

مصطفویہ ﷺ کو رائج کرنے کے لیے آپ کی بروقت تشخیص و آگاہی نے پورے خطہ کو اس مہلک مرض سے ،جو انسان کو دیمک کی طرح نہ صرف چاٹ کھاتی ہے، بلکہ افیون کی طرح وجود میں سرایت کرتے ہوئے گمراہی وموت کی گمنام گھاٹی میں اتار کر ہاویہ کے مقام تک پہنچاتی ہے ،سے کماحقہ نجات دائمی دلا کر نبی کریم ﷺ کے اس روشن راستے کی طرف گامزن کیا۔ درحقیقت نقشبندی مشائخ نے باطل نظام کی بیخ کنی کے ساتھ ساتھ لوگوں کے قلوب و اذہان میں عظمت الٰہی کی روح پھونک دی۔

حضرات مجددیہ نے خراسان اور برصغیر میں خالص تعلیمات صوفیہ نقشبند کو عام کیا۔ آپ نے اپنی تصانیف میں متفرق مقامات پر یہ ارشاد فرمایاہے، خواجگان کی شش جہت توجہ، جو خواجہ بہاؤ الدین ؒ(م۔791ھ / 1389ء) کی ولایت کبری کے دائرہ عروج کے بعد عنقائے نایاب ہو چکی تھی،اس کو ایک ہزار سال بعد بام عروج دے دیاہے۔اسی لیے تذکرہ نگاروں کے نزدیک حضرت مجدد علیہ الرحمہ اور ان کے نائبین ہی افغانستان اور دیگر خطوں میں ان معارف پھیلانے کا اہم سبب بنے۔۔[34]

عقائد کی اصلاح،لوگوں کو دین اسلام کی تعلیمات سے روشناس کروانے اور تصوف کی طرف گامزن کرنے میں ان مشائخ نے مساعی جمیلہ سر انجام دیں۔ برصغیر کی معاشرت ،سیاسی و تمدنی سماج کی بگڑتی ہوئی صورتحال کا بڑی دانشمندی سے تدارک کیا اور سلاطین وقت کے ذریعے اسلامی احکامات کے اجراء میں کامیاب وکامراں رہے۔افغانستان میں حضرات مجددیہ کی صلاحات کے پس منظر کے حوالے سے مشہور فرانسیسی محقق Olivier Roy لکھتے ہیں:

"The naqshbandiyya was founded at Bukhara by Baha'uddin Naqshband (1318-89). This is the order with the most members in Afghanistan, where there are several branches and two different influences can be felt. The western and northern branches are linked to the birthplace of the order, Central Asia, and include the branch known as "Khwaja Ahrar"; the branches in the east and in Kandahar are directly linked to the Mujaddidi family, descendants of the reformer of the order, Shaykh Ahmad Sirhindi. This family, which came from India, established itself at Kabul at the end of the nineteenth century; a branch of the family went to live in Herat, but never had the political influence that the Kabul family had." [35]

مؤسسین خانقاہ شور بازار کے افکار کے اثرات

غلام قیوم مجددیؒ کے 1330ھ / 1912ء میں وصال کے بعد آپ کے فرزند اول فضل محمد فضلی مجددی معروف بہ شاہ آغاؒ (م۔1343ھ / 1924ء) خانقاہ شور بازار کے سجادہ نشین قرار پائے۔ آپ نے اس خانقاہ کو مستحکم کرنے کے لیے دینی وسیاسی طور پر ایک مرکز کی حیثیت سے روشناس کروایا۔ ایک طرف طریقہ عالیہ نقشبندیہ معصومیہ قیومیہ کی سجادہ نشینی کے فرائض سرانجام دیے تو دوسری طرف حق خود ارادیت اور استقلال افغانستان کے لیے ملت کو متحد کرنے کی روح کو بیدار کیا۔ خانقاہ میں آنے والے افراد کی باقاعدہ تربیت کرنا اور ان کو کفار کے خلاف جہاد کی ضرورت واہمیت سے آشنا کروانا تاکہ پورا افغان معاشرہ یک جان دو قالب ہو کر آزادی افغانستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے اور استعماری طاقتوں سے ریاست کو آزاد کروائی۔[36]

آپ نے اپنے عہد میں علم وعرفان کی سرمدی دولت کو پروان چڑھایا اور جہاد افغانستان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ جس کے نتیجہ میں بادشاہ امیر امان اللہ (م۔1960ء) اور اس کا خاندان آپ کا گرویدہ تھا۔ آپؒ حق گوئی میں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر تھے۔ قانون اساسی جس کو پادشاہان افغانستان مسودہ کی تیاری کے بعد علماء ومشائخ کے تصدیق کرنے کے بعد نافذ کرتے تو بادشاہ نے جب مسودہ قانون اساسی کو اپنے امراء کے ذریعے مکمل کر لیا تو مروجہ قانون کے مطابق خانقاہ شور بازار کابل میں اس قانون کو منظوری کی لئے بھیجا گیا تاکہ شیخ شمس المشائخ کی رضامندی یا مسودے سے متعلقہ رائے لے لی جائے۔ جب آپ کی نظر سے یہ مسودہ قانون اساسی گزرا تو آپ نے اس میں ناقابل قبول اصطلاحات کو دیکھ کر جس میں ملحدین کے افکار کی بو محسوس ہوتی تھی، کو بڑی جرات سے رد کر دیا۔ آپ نے فرمایا:

"بعد از مطالعہ مسودہ قانون اساسی امان اللہ خان آنرا بنام اینکہ (از ان بوی بلشویکی می آید) بہ جرات تمام رد کردند۔"[37]

"امان اللہ خان کے آئین کے مسودہ کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے نہایت جرات وڈھٹائی سے اس کو مسترد کر دیا کہ اس میں سے الحاد (افکار اشتراکی) کی بو آتی ہے۔"

بادشاہ امیر امان اللہ خان کو قانون اساسی دوبارہ سے بنا کر قرآن وسنت کے مطابق بنانے کا امر فرمایا۔ آپ نے اپنے برادر نور المشائخ مجددی کے ساتھ مل کر ملک کے سیاسی حالات کو بہتر کرنے اور مذہبی ریشہ دوانیوں کا تدارک کرنے کی کاوشیں سرانجام دیں۔ آپ کو بخوبی ادارک تھا کہ ترویج شریعت کے بغیر افغانستان کو اسلامی معاشرے کے تصور سے آگاہ کرنا سود مند نہیں ہے، اس کار خیر کے لیے کچھ اقدامات کی فی الفور ضرورت ہے۔ جس کے لیے آپ نے دیگر حضرات مجددیہ کی مشاورت سے حسب ذیل خاکہ مرتب کر کے اس کو قاعدہ طور پر عملی جامہ پہنانے کا عزم کیا:

1. قرآن وسنت کا اجراء۔
2. اشاعت تصوف۔
3. ریاستی عناصر کے ساتھ میل ملاپ۔
4. حکومت وقت کو نصائح کرنا۔
5. خانقاہی نظام کو فروغ دینا۔
6. مدارس دینیہ کا انتظام وانصرام کرنا۔
7. رفاہی خدمات سرانجام دینا۔
8. بین الاقوامی سطح پر رواداری کو فروغ دینا۔
9. اغیار باطلہ کا رد کرنا۔
10. علماء کے درمیان مفاہمت کی فضا پیدا کرنا۔
11. اجتہاد، اصلاح اور جدت کے عمل کو تسلسل سے جاری رکھنا[38]

مزید بر آں خانقاہ شور بازار کے قیام عمل کے بعد مجددی تحریک کو فروغ دینے کے حوالے شیخ فضل محمد فضلی مجددی کے تیسرے بھائی شیخ محمد صادق مجددی کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ جس سے افغانستان کی تہذیب وسیاست میں گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ آپ ایک متجر عالم دین تھے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد سینکڑوں میں تھی اور ہزارہا شاگرد آپ سے کسب فیض کرتے۔ آپ نے تمام حیات ایک مجاہد کے طور پر گزاری۔ امیر امان اللہ خان کے خلاف دیے جانے والے فتوی میں آپ کے اسماء سر فہرست ہیں۔ آپ کے نزدیک ایک صوفی کو معاشرے کی اصلاح کرنے کے لیے ہر وقت مستعد رہنا چاہیے۔ اسی لیے اس صوفی کو علوم دینیہ، جدید علوم سے شناسی اور رموز سیاست میں مہارت تامہ حاصل ہو اور وہ معاشرے کی درستی کا عزم رکھتا ہو۔[39]

حضرات مجددیہ کے ان نظریات کے تناظر میں خانقاہ نے بہت جلد پورے خطے میں مرکزی حیثیت اختیار کرلی اور خراسان سمیت دیگر خطوں سے علماء ومشائخ یہاں سے کسب فیض کرنا ایک سعادت سمجھتے۔ سرہند کی وہ مجددی خانقاہ، جس میں معرفت کے جام پلانے کے ساتھ ساتھ سلاطین وقت کے قلوب واذہان پر اسلامی اصلاحات کی ترویج، تشکیل اور پورے ہند میں اس کو نافذ کرنے کی ذمہ داری کو جس نہج پر سرانجام دیا جاتا تھا۔ بعینہ خانقاہ شور بازار نے اسی طرز پر اپنے کردار کو علمی وعملی طور پر اجاگر کیا، جس سے اس خانقاہ کی اہمیت میں گوناں گو اضافہ ہوا۔ افغانستان میں عسکری نظام کا نفاذ ہو یا رفاہی خدمات کو سرانجام دینا، ملک کے معاشرتی نظام پر مسلم معاشرہ کے اثرات کو ڈھالنا یا

تہذیبی و تمدنی طور پر خطہ کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لیے امور سلطنت میں رائے دینا،بیک وقت وہ مشترکہ اہم امور تھے، جس کی کمان کو شور بازار کی خانقاہ سے سنبھالا جا رہا تھا۔[40]
شیخ فضل محمد فضلی مجددی کا وصال مختصر علالت کے بعد 1342ھ /1924ء میں 43 سال کی عمر میں ہوا اور والد گرامی کے پاس ہی مدفون سپرد خاک کیے گئے۔ آپ کے وصال کے بعد برادر اصغر شیخ فضل عمر مجددیؒ خانقاہ کے سجادہ نشین قرار پائے۔[41]

دینی اور روحانی پیشوا کی حیثیت سے آپ نے اپنی زندگی میں وطن عزیز سمیت مسلم امہ کے لئے اجتماعی طور پر بڑی بڑی خدمات سر انجام دیں۔ افغان معاشرے میں حضرات مجددیہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ محققین کی آراء میں افغانستان کے نامور مجددیہ مشائخ میں سے شیخ فضل محمد فضلی مجددی معروف بہ شمس المشائخ (م۔1342ھ /1924ء) اور فضل عمر مجددیؒ معروف بہ نورالمشائخ (م۔1376ھ /1956ء) وہ درخشندہ ستارے ہیں، جو افغانستان کے افق پر اس وقت چمکے، جب معاشرہ اندرونی خانہ جنگی، حالت ابتری اور روبہ انحطاط تھا۔

خانقاہ شور بازار کو مجددی مشائخ کے صدرالمقام کی حیثیت سے متعارف کروانے میں یہ اسماء سر فہرست ہیں۔ اگرچہ ان کے والد گرامی آغا غلام قیوم مجددیؒ (م۔1330ھ /1912ء) کابل اور اس کے گردونواح میں دیگر مجددی خانقاہوں کی طرز پر بندگان خدا کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ تھے۔ نیز افغان معاشرے کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے اور ریاست کے اہل اقتدار کو اسلامی اصطلاحات سے متعارف کروانے میں بھی پیش پیش تھے۔ مگر ان کی اسباط عالیہ نے قلعہ جواد کابل میں خانقاہ شور بازار کو جدید خطوط پر استوار کرواتے ہوئے افغان معاشرے پر گہرے اثرات چھوڑے۔[42] Ludwig لکھتے ہیں:

"The Hazrats of Shurbazar were the offspring of Shah Abd al- Baqi(d.1287 /1870).Abd al-Baqi's son Muhammad Siddiq (d. 1309/1891), his grandson Fazl-i-Qayyum (d.1330/ 1912), and latter's son Fazl Muhammad (d.1342/1924) also known as Shams al-Mashayikh, Fazl Muhammad (d.1376/1956) also known as Nur al-Mashayikh, and Muhammad Siddiq(d.1396/1976) also known as Badr al-Mahsayikh, plus Shams al-Mashayikh's son Mian Jan were amongh the most revered religion figures in Afghanistan."[43]

آپ نے بطور وزیر انصاف ملک کے نظم و نسق، دینی وسیاسی امور اور داخلی و خارجی انقلابات کی مہم میں آپ نے کارہائے نمایاں سر انجام دیے۔[44]

اسی تناظر میں David Busby رقمطراز ہیں:

"The present Mujaddidi family in Afghanistan traces their deseent from Shaykh Ahmad Sirhindi, while the main branch of the Mujaddidi family settled in the Shor Bazaar in Kabul, they also founded centry in Kohistan, Ghorband, Laghman and Logar."[45]

ان مشائخ اور ان کے آباؤاجداد نے کابل کو باقاعدہ مرکز بنانے کے بعد مجددی خانقاہوں کا انصرام کیا۔[46] تاکہ افغانستان میں سلسلہ ہائے تصوف کی ترویج زیادہ سے زیادہ ممکن بنائی جاسکے۔بادشاہان افغانستان کی سرہند شریف خصوصی نسبت سے بھی اس سرزمین پر اخلاف مجددیہ کا ادب واحترام اور تکریم کا لحاظ رکھا گیا اور ریاست کی سیاست اور اہم امور پر ان سے مشاورت کرنا اہم فریضہ سمجھا جاتا۔[47]

مشائخ مجددیہ کی مساعی جمیلہ

حضرات مجددیہ نے افغان معاشرے میں دینی اور سیاسی اصلاحات کو اپنی تقاریر کے ذریعے متعارف کروایا۔نور المشائخ مجددی نے غزنی شیلگر میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے لوگوں کو بتایا کہ خواجگان کی تعلیم سے نہ صرف عام افراد بلکہ امراء اور بادشاہان وقت استفادہ کرتی رہیں ہیں۔آپ نے کہا:

چونکہ وسطی ایشیاء کی ریاستیں نقشبندی مشائخ کے زیر اثر رہی ہیں۔جن کی بدولت یہاں اسلامی اصطلاحات کو متعارف کروانے میں ان کا کردار روز روشن کی طرح واضح دکھائی دیتا ہے۔[48] صوفیہ نقشبند نے افغانستان اور اس کے ساتھ ملحقہ خطوں میں تصوف کو ایسے چراغ کی مانند روشن رکھا، جس کی روشنائی کو اس وقت محسوس کیا گیا، جب ایشیاء کا ادب وثقافت زوال پذیر ہونا شروع ہو گیا۔اگرچہ تاریخ کے اوراق کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آج سے کئی صدیوں قبل روس میں ایک ایسا انقلابی طوفان برپا ہوا جس نے اسلامی حکومت کو تخت و تاراج کر کے رکھ دیا قدرت کے ازلی فیصلوں سے اسی نسل سے ایسے افراد پیدا ہوئے جنہوں اسلامی تشخص کو از سر نو زندہ کیا اور تہذیب کی بنیاد کو قتل وغارت کی بجائے علوم وفنون کی تجربہ گاہ بناڈالا۔[49]

آپ نے اپنے خطاب میں ریاست کی تہذیب وتمدن اور طرز بود وباش پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

میرے عزیز طلباء اور وطن عزیز کے علماء ومشائخ ہمیشہ یاد رکھو کہ افغانستان کی اسلامی تہذیب و تمدن میں تصوف اور ریاست مدینہ کے فلاحی اور رفاہی کردار کو کلیدی حیثیت رہی ہے۔ کیونکہ اس کا دائرہ کار علمائے محققین ومشائخ عظام تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ ایک سقہ عالم سے لیکر عام مسلمان تک اس سے بہرہ مند ہوتا رہاہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ملک کی علاقائی اور مقامی عرف وعادات کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر اسکو اسلامی ڈھانچہ میں ڈھالتا رہاہے۔ اسی لیے کسی بھی معاشرے کی تشکیل نو یا عام سماج میں اس سے اعتناء نہیں برتا جاسکتاہے۔ افغانستان میں تصوف کو ہمیشہ سے اسلامی تہذیب و تمدن کا جزو لا ینفک گردانا گیاہے۔ آیات قرآنیہ کی روشنی میں بڑے تحمل سے اس کی آبیاری کی گئی اور یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ[50] کے مصداق اس کو معاشرے میں رواج دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ اگر ایک طرف شرعی احکام کی ظاہری ہیت کو بجالانے کے ساتھ ساتھ انکی باطنی جہات کو سمجھنے اور کیفیات کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھنے کا نام بتلایا تو دوسری طرف یہ بھی سمجھایا گیا کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تصوف ایک ایسے قالب کو تیار کرتی ہے جو ایک عابد وزاہد ہونے کے ساتھ ساتھ عجز و نیاز کا پیکر ہوتا ہے اور روایت کو مد نظر رکھتے ہوئے اجتہاد کے ساتھ جدت کو بھی اپناتا ہے تاکہ اس خطہ میں استبداد و جمود کا خاتمہ کیا جاسکے۔ تصوف نے افغانستان کے معاشرے میں اپنا ایک منفرد مقام بنایا۔ جس کے اثرات عصر حاضر کے مادیت پرستی دور اور بیسویں صدی کے افغانستان میں بھی بڑی حد تک محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

اسی لیے خانقاہ شور بازار کابل میں بیک وقت ان دو اہم امور پر توجہ دی گئی ہے تاکہ طالبان حق کی مذہبی اور معاشرتی تربیت کرکے ان کو افغان معاشرے کا ایک مفید شہری بنایا جاسکے۔ افغان معاشرہ کے اگر تاریخی پس منظر میں جنگ و جدل کی اختصار سے جائزہ لیں تو خلفاء راشدین کے عہد سے پہلے اور بعد میں بھی یہ خطہ انتشار کی سی کیفیت کا شکار رہا ہے۔[51] آپ احباب ذی وقار اگر خلفائے راشدین، بنوامیہ، بنو عباس کے ادوار کا اختصار سے جائزہ لیں تو یہ مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ افغانستان کو مدینہ ثانی بنانے کے لیے ان برگزیدہ شخصیات نے اپنا کردار ادا کیاہے۔[52]

بنابریں افغانستان کی قدیم تہذیب کے پیش نظر نورالمشائخ مجددیؒ اور ان کے نائبین نے اپنے آباؤاجداد کے طرز پر خانقاہ شور بازار کابل میں مساعی جمیلہ کا انتظام وانصرام کا باقاعدہ اہتمام کیا، تاکہ معاشرے سے ہر قسم کی فرسودہ روایات کو ختم کرکے فلاح انسانیت کا کام احسن انداز سے کیا جاسکے۔ افغانستان کو دینی، سیاسی اور عسکری طور پر مضبوط کرنے کے لئے آپ نے کابل میں منعقد ہونے والے لویہ جرگہ جو 16 عقرب 1320 شمسی ہجری/1942ء کو حکومت برطانیہ اور روس کے باہمی اشتراک اور افغانستان میں اس کے بڑھتے ہوئے ان دونوں ملکوں کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے منعقد ہوا۔ جس میں آپ نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی اور دوران خطاب ارشاد کرتے ہوئے کہا:

"ملت افغانستان بعون اللہ تعالیٰ متحد احاضر ہستند کے حقوق خود را با تمام قوای مادی و معنوی تا آخرین قطرہ خون خود محافظت وخواہد نمودہ وباشرف زیست وحیات خواہد کرد۔"[53]

"افغانستان کے لوگ خدا تعالیٰ کے نام پر اپنی تمام مادی اور روحانی طاقت کے ساتھ آخری قطرے تک (استعماری قوتوں کے خلاف) اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے متحد ہیں اور اپنے خون سے، اور عزت کے ساتھ زندگی کے حقوق کی تلاش میں ہیں۔"

امت سے کامل دین اپنانے کا مطالبہ

خانقاہ شور بازار کی دعوت و تبلیغ کا بنیادی منہج افغانستان کے معاشرے میں بسنے والے خاص وعام سے کامل دین اپنانے کا مطالبہ کیا گیا اور نظریات و تعلیمات اسلام کے علاوہ کسی اور قسم کے نظریات اور نظام (اشتراکی / مارکسزم / امپیریلزم / کیپٹلزم) کی اتباع سے سختی سے گریز کرنے کی طرف توجہ دی گئی۔ تاکہ خالص اسلام کی اتباع کی طرف توجہ گامزن ہو سکے۔[54] حضرات مجددیہ نے اپنی تعلیمات میں واضح کیا کہ اکثر اوقات کسی بھی مسلم معاشرے میں یہ مشاہدہ پایا جاتا ہے کہ معاملات وطرز معاشرت میں یا اخلاقیات میں کسی اور مذہب یا قوم اور معاشرے کی طرز کو اپنا کر اسلامی طرز معاشرت سمجھ لیا جاتا ہے جیسا کہ آج کل بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ مرض بہت سرعت سے پھیل گیا ہے۔[55] اسی لیے قرآن مجید نے بھی اسی طرف اشارہ فرما کر اہل ایمان کو دعوت فکر دی اور بتلایا کہ اسلام میں مکمل داخل ہو کر تابعداری کرو اور سرکشی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"یاایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کآفة ولا تتبعوا خطوت الشیطن انه لکم عدو مبین"[56]

"اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

مشائخ مجددیہ نے بتلایا کہ اس آیت میں واضح طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ شریعت سے کلی یا جزوی طور پر منحرف ہونا شیطان کی راہ پر چلنا ہے۔ زندگی گزارنے کا ایک طریقہ وہ ہے جو رب لم یزل نے واضح بتادیا ہے اور پیارے نبی کریم ﷺ کے طریق کے مخالف چلنے کو یا اس سے ہٹ کر جو بھی زندگی کا کوئی طور طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہ یا تو لوگوں کا اپنی خواہشات اور ان کے نفس کی تجویز کردہ کوئی سوچ ہو گی یا پھر شیطان نے وسوسہ ڈال کر ان کو وہ راستہ سمجھایا اور بتلایا ہو گا جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں صراحت کے ساتھ اس کی طرف نشاندہی کر دی گئی ہے۔[57]

خانقاہ شور بازار کے مؤسسین نے دین اسلام کی وسعت کا اور اسکے ہمہ گیر مطالبات کو نہایت جامعیت سے واضح کیا کہ وہ پوری زندگی میں خود سپردگی کا تقاضہ کرتا ہے، کسی بھی ایک شعبہ میں یا کیسی بھی ایک چیز میں اتباع کو کافی قرار نہ

دینے کی طرف نہ صرف توجہ مبذول کروائی، بلکہ کامل خود سپردگی کو کامل ایمان، کامل ہدایت اور کامل نجات کی بنیاد قرار دیا۔ نیز اس سے منحرف شدہ نفسانی خواہشات کو شیطان کے تجویز کردہ کاموں اور انتخاب کردہ راستوں کو ابلیس لعین کی پناہ گاہ قرار دیا اور نفس و شیطان دونوں کی اتباع کو ہلاکت بتلایا۔ ملا شور بازار فضل عمر مجددیؒ نے خانقاہ قلعہ جواد میں سالانہ علماء و مشائخ کے تربیتی پروگرام میں ایک تقریر میں کہا:

"بعد از تزکیہ نفس زیادہ وجود واجب او تعالی مکشوف می گردد و تعمیل اوامر شرعی بہ واسطہ سلوک سہل گردیدہ۔"[58]

"یعنی تزکیہ نفس کرنے سے اللہ کا قرب اور حقیقت زیادہ واضح ہوتی ہے اور شرعی احکام کی تعمیل کرنے سے سلوک کو طے کرنا آسان ہو جاتا ہے۔"

نور المشائخ مجددیؒ خانقاہ سے اتحاد عالم اسلام کے بارے میں بہت زیادہ درس دیا کرتے تھے۔ عمومی طور پر اپنی مجالس میں افغانستان کی تہذیب اور یہاں پر آنے والے نشیب و فراز اور پھر اسلامی احکامات کو پس پشت ڈالنے سے جو قتل و غارت اس خطہ میں سرگرم عمل ہوئی، لوگوں کو اس سے روشناس کرواتے کہ کس بے دردی سے مسلمانوں کے لہو سے اس سرزمین کو سیراب کیا گیا ہے۔ لہذا ملک کی ساکھ اور ریاست کے تشخص کو بچانے کے لیے اتحاد مسلمہ کی ضرورت ہے۔ استعماری قوت چاہے وہ یزدگرد کے زمانے سے برسرپیکار ہو یا ہلاکو خان کی صورت میں کشت ویران کا سا ساماں پیدا کرے ان اسلام مخالف قوتوں نے فقط اس خطہ میں بسنے والے باسیوں کو نقصان کے علاوہ کچھ نہیں دیا۔ اکثر مجالس میں واشگاف الفاظ میں فرمایا کرتے تھے:

> "امروز در دنیا اسلامی از مہم ترین مسائل در عالم سیاست موضوع اتحاد ملت اسلامی است کہ حیات ملت اسلامی خواہ کیفیات معنوی باشد خواہ از جنبہ ہای مادی باشد از ضروریات حیات شمردہ می شود۔"[59]

"آج عالم اسلام میں نہایت اہم ترین موضوع اتحاد اور مسلم امہ کی سیاست کا نہایت اہم ترین مسئلہ ملت اسلامیہ کا اتحاد ہے۔ اگر ملت اسلامیہ کی زندگی روحانی خصوصیات چاہتی ہے۔ چاہے وہ مادی طور پر ضروری ہو، اسے زندگی کی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔"

حضرات مجددیہ نے خانقاہ شور بازار میں شرعی احکام کی بالادستی، اتحاد ملت اسلامیہ اور انکے دور رس اثرات سے افغان معاشرے کو بہرہ مند کرنے کی احسن تدبیر سرانجام دی۔ جس سے گوناں گو معاشرے کی ابتر حالت میں بہتری آنا شروع ہوئی اور بغیر کسی تامل کے آپس کی ناچاقی کو چھوڑ کر احکام شرعیہ پر عمل اور دین کی تبلیغ کو اہم لوازمات میں سے سمجھا جانے لگا۔[60]

اندھی عقیدت کا تدارک

حضرات مجددیہ خانقاہ شور بازار کی متصوفانہ تعلیمات کے نزدیک معاشرے میں ایک بے اعتدالی کی گھاٹی، نام نہاد رسمی وغیر رسمی تصوف کے اندھے عقیدت مندوں کی ہے۔ جو شریعت مطہرہ کی درست تعلیمات سے نہ صرف بے خبر ہیں بلکہ اسکی اصل روح سے بھی ناواقف ہیں۔

نور المشائخ مجددیؒ کے فرزند اکبر صدر المشائخ فضل عثمان مجددیؒ ملت اسلامیہ کی خانقاہوں کے مزاج اور انداز تربیت کو بہتر کرنے میں ہمہ وقت کوشاں رہتے۔ آپ اکثر اپنی مجالس میں علماء ومشائخ کو نصائح کرتے کہ آج کی مروجہ خانقاہوں کی دینی و عملی حیات اور قرآن وسنت کی تعلیمات سے خالی ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ آباؤاجداد سے آستانوں، پیر خانوں سے اندھی عقیدت بغیر کسی اصول اور شرعی تفصیل کے ساتھ ان کو ورثہ میں ملتی ہے۔ نماز، روزہ اور دیگر احکام شرع کی بجائے جوگیانہ طرز، محافل کی رونق بڑھانا اور بکثرت شرعی خرافات و منکرات اور کھلے فواحش اور حرمات کے ساتھ چڑھاوے چڑھانا ان کے نزدیک ایک اہم مسلمانی فریضہ اور نجات کی کنجی متصور کرنا ہے۔ ایسے فرسودہ عقائد کی بیخ کنی کے لئے خانقاہ شور بازار نے شریعت کو اصل معیار اور کسوٹی قرار دیا اور ہر اس نظریہ کا رد ابطال کر دیا، جس سے شریعت میں کمی بیشی کی جا سکے۔[61]

حضرات مجددیہ نے سالکین کو ہر قسم کی خرافات سے محفوظ اور بچنے کی ترغیب دی۔ اگرچہ شرعی امور مشاغل کو سر انجام دینے والوں نے ایک طرف قرآن وحدیث کے احکامات کے سارے مطالبات کو پورا کرنے، دین کی خاطر اپنا تن من دھن لٹانے اور ساتھ ساتھ خرافات کو عین کامل عبادت گردانا جانے لگا، مگر خانقاہ شور بازار سے اٹھنے والی حق کی صداؤں نے کابل اور اس کے اطراف میں ہر اس طرح کے نکتہ نظر کو مردود محض اور افراط قرار دے کر رد کر دیا اور شریعت محمدی ﷺ کی درست تعبیر کو ہی دین کی اصل روح قرار دیا۔ افغانستان کے معروف عالم علامہ نصر اللہ ہوتکی (م۔1396ھ /1976ء) خانقاہ شور بازار میں ہونے والی ایک علمی وروحانی مجلس میں نور المشائخ مجددی کے خطاب کا اقتباس پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"طریق حصول ایما شہودی و مستقیم الاحوال است کہ اتباع سنت سنیہ شعار شان بودہ تبلیغ قرآن وحدیث نصب العین بزرگ شان بودہ باشد و تزکیہ سلوک عبارت از اتباع اوامر شریعت مقدس و امتثال شرایع واحکام است۔"[62]

"بدیہی ایمان کے حصول کا طریقہ اور مستقیم الاحوال کو سنت مصطفی ﷺ سے استنباط کیا جا سکتا ہے۔ قرآن وحدیث کی تبلیغ ان مشائخ کا عظیم مقصد رہا ہے۔ اخلاق و تزکیہ کی آبیاری، شریعت کے احکام کی پیروی اور احکام شرعیہ کی ترسیل اہل سنت کا نصب العین رہا ہے۔"

حضرات مجددیہ نے ہر اس فکر کی بیخ کنی کا فریضہ سرانجام دیا، جو تعلیمات اہل سنت وجماعت کے خلاف تھیں۔ ہر اس نظریہ کو درست کرنے کے احکامات دیے جو قرآن وسنت سے متصادم ہو رہے تھے۔

مصنوعی تصوف کی مذمت اور احکام شریعہ کی ترویج

خانقاہ شور بازار کے مشائخ نے ہر اس گمراہ کن تحریکات و نظریات کا پوری دلیری سے بلیغ رد کیا بلکہ بادشاہ سے لے کر امراء اور معاشرے کے عام فرد تک یہ باور کروایا کہ افراط و تفریط کی بجائے اعتدال کا راستہ اپناتے ہوئے صوفیہ متقدمین کی دینی و تہذیبی خدمات کو مشعل راہ بنایا جائے، جس سے ہمہ وقت صراط مستقیم کی ہدایت ملتی ہے۔ کیونکہ یہ اسلام کی وہ برگزیدہ شخصیات ہیں جنہوں نے دین حق کی اشاعت و تبلیغ اور خلق خدا کی رشد وصلاح کے اہم مقصد کو شریعت کی حدود کا خاص خیال رکھتے ہوئے انجام دیا۔ اس راستے میں انہوں نے اپنے شب وروز صرف کیے ہیں۔ شیخ اسماعیل جان سرہندی مجددی (م۔1399ھ/1979ء) نے قندہار میں ہونے والے ایک جلسہ میں دوران خطاب کہا:

خانقاہی نظام میں عمومی طور پر افراط و تفریط میں تفریط کی گمراہی کا شکار وہ لوگ ہو جاتے ہیں جو تصوف اور مشیخیت کے نام پر اپنے اپنے زمانے میں رائج خرافات و بدعات کو دیکھ کر اول سے آخر تک اس خالص شعبے کو ختم کرنا ضروریات دین میں سے گردانتے ہیں اور کبھی روافض و باطنیت سے اس کی تمثیل کو قائم کرتے ہیں اور کبھی عجمیوں سے کڑیاں جوڑ کر تعلیمات تصوف کو سبوتاژ کرنے کی کاوشیں سرانجام دینا شروع کر دیتے ہیں۔ اس تحریک میں بعض زعماء اور مشاہیر علماء ومشائخ کی بدگمانی اور بدگوئی کرنے سے بھی نہیں دریغ کرتے جو کہ اصل میں اس زمین پر ہدایت کے نشان اور دین حق کے پاسبان بھی تھے[63]۔ انہی نامور شخصیات کی قربانیوں، کوششوں اور کاوشوں سے ارض کے مختلف خطوں میں اسلام کی تعلیمات پہنچیں اور دنیا کے ہر ملک اور گوشہ میں اسلامی معاشرے وجود میں آئے۔ خود اس خطہ افغانستان میں مشائخ عظام اور صوفیائے کرام کی جو درخشاں تاریخ ہے، کون کہہ سکتا اور ادراک بھی کر سکتا تھا کہ اس کے بغیر اس خطہ میں اسلامی سلطنت اور اسلامی معاشرت کا بقا ممکن تھا۔[(64)] جیسے سیدنا علی ہجویریؒ (م۔469ھ/1077ء)، ابراہیم بن ادہمؒ (م۔161ھ/777ء)، خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (م۔634ھ/1236ء)، خواجہ عبید اللہ احرارؒ اور میرے مجد امجد امام ربانی مجدد الف ثانیؒ بیسیوں مشائخ تو نہ صرف افغانستان بلکہ برصغیر پاک وہند میں اسلام کی ابتدائی اشاعت کرنے والوں میں سے شمار ہوتے ہیں۔ جنہوں نے رحمت الٰہی، اصحاب رسول و اہل بیت اطہار کی ستاروں جیسی روشن ہدایت اور نبی کریم ﷺ کی رخشندہ فرمودات کو پھیلایا تاکہ راہ حق سے بھٹکے ہوئے لوگ صراط مستقیم کو اختیار کر کے رب کی رحمت کے ساتھ پیوستہ ہو جائیں۔[(65)]

"د خدای رحمتونه دی وی، دده بر اولاد و اصحابو، چه پر اسمان دھدی رنه ستوری دی، اود پیغمبر د گو تمی حلان غمی، که دوی نه وای ددین سمه لار به له موره ور که وای، اودرحمت ور به وَنسکور۔ "[66]

رسمی تصوف اور بیزار لوگوں کے نظریات کا قلع قمع کرنے کے لیے حضرات مجددیہ خود احیائے تشخص اسلامی کے پیامبر بن کر ابھرے اور غیروں کی ریشہ دوانیوں اور اپنوں کی حماقتوں سے اسلام کی بساط اور اس سرزمین سے لپٹے جانے کے منصوبے بننے لگے تو خانقاہ شور بازار نے میدان عمل میں اتر کر عزیمت کی راہ کو اپنانے اور صرف نبی کریم ﷺ، اصحاب واہل بیت اطہار کی تعلیمات کو روشن ہدایت اور رب کی رحمت قرار دیا۔

حضرات مجددیہ جہاں ایک طرف رشد وہدایت کے ذریعے تعلیمات اسلامی کو عام کرنے میں مصروف عمل تھے تو دوسری طرف پورے افغانستان میں تصوف کی تعلیم اور اس میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے میں بھی برسرپیکار تھے۔ شیخ فضل عمر مجددیؒ اور ان کا خانوادہ دین کے ساتھ بے لوث محبت، ملت کے باہمی اتحاد اور اغیار کی پھیلائی ہوئی سازشوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل رہتے

یہ حضرات مجددیہ اور خانقاہ شور بازار کابل کا ناصحانہ عمل جس کی مذکورہ بالا عبارت کے ایک ایک لفظ سے دین کے ساتھ بے لوث محبت اور تصوف سے بیزار لوگوں کو تعلیمات تصوف کی اصل روح سے روشناس کروانا اور راہ ہدایت کی جانب گامزن کرنا تھا، تاریخ خبر دیتی ہے کہ اس میدان میں بھی یہ لوگ سرفہرست رہے ہیں۔ سر بکف بھی، صرف ایک مثال، مشتے نمونہ کے طور پر۔

دہریت کارد

خانقاہ شور بازار کے بانیان نے خطہ خراسان میں ردالحاد کا پرچار زور وشور سے کیا اور کابل سمیت دیگر خطوں میں توحید باری تعالیٰ اور شریعت مصطفویہ علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات کو عقلیت وعملیت کے ساتھ پیش کیا۔ ان مشائخ نے ایسے ہی ان خطوں میں تعلیمات کو عام کرنے کی سعی سرانجام دی۔ خواجہ قیوم جان آغا مجددیؒ (م۔1330ھ / 1912ء) نے جلال آباد اور اسکے مضافات میں ایک مجلس میں لامذہبیت کا بلیغ رد کرتے ہوئے کہا:

" فرمودند کہ قبول الحاد و عناد و مخالفت شریعت اسلامیہ و حضرات مشائخ و علماء وفقرا عاقبت برای تو نقصانی وضرری خواهد نمود۔ "[67]

مذکورہ بالا عبارت کے سیاق وسباق سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مُلا شور بازار نے جو خانقاہ کے مؤسسین میں سے ہوئے ہیں دینی خدمات کے پیش نظر بغیر کسی خوف وخطر کے ردالحاد اور شریعت اسلامیہ اور علمائے حق کی مخالفت کو عاقبت کی خرابی سے تعبیر کرتے ہوئے ضرر عظیم قرار دے رہے ہیں اور شریعت اسلامیہ کی پیروی اور ربانین مشائخ

کی اتباع کو راہ ہدایت کا نشاں بتا رہے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کی اخلاف نے بھی بعینہ شریعت اسلامیہ کی ترویج و اشاعت کے لیے، ملک کے طویل دورے کیے اور بدعات و منکرات کے ساتھ ساتھ الحاد و بے دینی کا بڑے مؤثر طریقے سے بطلان کیا۔ اور جدیدیت ودین اسلام کے اندر نت نئی تعریفات جس سے توحید باری تعالیٰ کا متزلزل ہونے کا خدشہ لاحق تھا اسکو جھٹلا کر واضح کیا کہ خدائے لم یزل کی صفات قدیم ہیں اور اسمیں کسی قسم کا تغیر نہیں ہے۔

نور المشائخ نے جلال آباد میں ایک مدرسے کی تشکیل کے دوران اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا:

"اسلام یک حقیقت مثبت است وبنای دین مقدس اسلام قدیم است جدید نیست قسمیکہ حق سبحانہ وتعالیٰ قدیم است، کلامش قدیم است، صفت الکلامش قدیم است۔ این دین مقدس ھم قدیم است۔"(68)

در حقیقت حضرات مجددیہ نے ردالحاد میں اپنے آباؤ اجداد کی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے درست ترجمانی کی اور شریعت اسلامیہ کی پیروی اور علوم اسلامیہ سے کما حقہ استفادہ کو ہی نجات کا مرکز قرار دیا۔ انہی طریقت کے شہسواروں نے قرآن و سنت کے احکام کو اصل ماخذ قرار دے کر اسکے علاوہ حاصل ہونے والی ہر قسم کی کرامت و تعبیرات اور موشگافیوں کا رد کر کے اس کو جھٹلا دیا اور استدراج سے عبارت کر کے ہر قسم کے نظریے کا انکار کیا جو شریعت سے بال برابر بھی خلاف تھا۔ حضرات مجددیہ نے امت مسلمہ کو باور کروایا کہ فلسفیانہ موشگافیوں کی بجائے قرآن و سنت میں جتنے احکام دیے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل تین اقسام پر مشتمل ہیں جو کہ ابدی نجات کا پیش خیمہ ہیں:

1. وہ احکام جو عقائد سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے توحید، رسالت، قیامت کے عقیدے، کتابوں پر ایمان، فرشتوں، تقدیر اور روز آخرت پر کامل عقیدہ اور ایمان رکھنا۔
2. ایسے احکامات جو عملی و فعلی درجے کے ہیں اور ظاہری اعضاء، ہاتھ پاؤں، کان، زبان وغیرہ سے وجود میں آتے ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد، نکاح، طلاق، خرید و فروخت، تجارت، زراعت، ملازمت، تلاوت، ذکر وغیرہ۔
3. ایسے احکامات جو باطنی اخلاق اور عادات حسنہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انسان ان کو اپنے باطنی امور اور دل سے سر انجام دیتا ہے۔ ان میں دل کے اچھے افعال اور اخلاق بھی ہیں۔ جیسے صبر، شکر، توکل، استغناء، محبت، شفقت، تواضع و انکساری، راضی برضا، رضا بالقضاء وغیرہا، جن کو فضائل حمیدہ کہتے ہیں اور دل کے برے اعمال اور اخلاق بھی ہیں۔ جیسے تکبر، حسد، منافقت، بزدلی، خودپسندی، حرص وغیرہ۔ ان کو رذائل کہتے ہیں۔ اس ضمن میں شریعت کے احکام، فضائل سے دل کو آراستہ کرنے، نفس کو سنوارنے اور رزائل سے دل کو پاک کرنے اور نفس کا تزکیہ کرنے کے متعلق آئے ہیں۔(69) حضرات مجددیہ نے افغان معاشرے کے عام، خاص میں بتلایا کہ احکام کی یہ تینوں اقسام ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ ہیں اور شریعت کو تینوں مطلوب ہیں اور قرآن مجید میں ان

تینوں اقسام کا بیان الگ الگ عنوانات سے نہیں ہوا، بلکہ یکجا ان کو بیان کیا گیا ہے۔ بغیر اس کے ہر ایک قسم کا الگ نام اور اصطلاح ذکر کر کے اس کو بیان کیا ہے۔[70]

خانقاہ شور بازار میں بھی اگرچہ ان مشائخ کے عہد وحدت الوجود و شہود جیسی تصوفانہ ابحاث رہیں مگر غیر شرعی صوفیانہ تعبیرات وملحدانہ موشگافیوں کی بجائے طریقت وحقیقت کو شریعت کے تابع اور ہر قسم کے اسرار واقوال کی تاویلات کو قرآن وسنت کے احکامات کے مطابق کرنے پر زور دیا۔ نیز بتلایا کہ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی کو، اپنے تمام حرکات وسکنات کو دین کے سانچے میں ڈھال لے اور دین کو زندگی کے لئے ایک مکمل دستور اور کامل ضابطے کی شکل میں سامنے رکھے اور اس معیار پر زندگی کو ڈھال کر ہی آدمی کامل مومن بن سکتا ہے۔ خانقاہ مجددیہ سے منسلک علماء مشائخ کو تلقین کی کہ اپنے اپنے خطوں اور علاقوں میں احکام شریعہ کی درجہ بندی اور ان میں فرق مراتب واضح کریں تاکہ اغیار باطلہ کی پھیلائی جانے والی کاوشوں کا بروقت تدراک کیا جاسکے۔[71]

حضرات مجددیہ نے اپنی تعلیمات میں واضح کیا کہ معرفت الٰہی میں درحقیقت احکام کی مذکورہ درجہ بندی اور ان کے الگ الگ عنوان ثانوی درجہ اور ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن کو انسان اپنی سہولت اور انتظام کے تحت خود درجات اور متفرق اقسام میں تقسیم کر سکتا ہے، تاکہ سمجھنے، سمجھانے میں آسانی پیدا ہو اور ان کے فرق مراتب کی رعایت بھی ہو سکے۔ چنانچہ احکام کی یہ تقسیم اور اس تقسیم کے تحت دین کے مختلف شعبوں کو قائم کرنا اور ہر ایک کو الگ الگ باقاعدہ فن کی شکل دینا اور پھر اس کے اصول و فروغ کی تشکیل کرنا اور ان میں سے پھر ہر فن کے لیے الگ الگ ماہرین شرع مقرر ہونا اور خاص اس میدان میں ان ماہرین کا خدمات انجام دینا، تصنیف وتالیف کرنا، اداروں کا وجود میں آنا اور ہر فن کے ماہر کا اپنی بنیادی صلاحیتیں خاص اسی فن کی خدمت اور نشر و اشاعت میں لگانا۔ اگرچہ یہ سارا نظام نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے بعد کے زمانوں کے وجود میں آیا۔ فتوحات اور قوموں کے اسلام میں داخل ہونے سے بڑے بڑے متمدن ملک اور ترقی یافتہ تہذیبیں اور معاشرے اسلام کی حکومت اور مسلمانوں کی قلمرو میں شامل ہو گئے۔ قیصر وکسری کے فارس وروم مسلمانوں کی عملداری میں آگئے۔ تو مسلمانوں کو عربوں کی سادہ معاشرتی وتہذیبی زندگی سے باہر نکل کر ایک دم ان بڑے بڑے متمدن معاشروں اور دنیوی اعتبار سے ترقی یافتہ قوموں سے واسطہ پڑا، نئی نئی چیزیں سامنے آئیں، مختلف نظریات اور تمدنی طریقوں سے واسطہ پڑا۔[72]

مشائخ مجددیہ نے بتایا کہ افغان معاشرے میں ساتویں صدی میں جب لشکر اسلام کی آہٹ سنائی دی تو یہاں بھی صورت حال کچھ مختلف تھی۔ یہ صورتحال امت مسلمہ کے لیے عموماً اور انبیاء کرام علیہ السلام کے وارثین اہل علم کے لیے ایک چیلنج کی سی حیثیت رکھتی تھی۔ اگرچہ قرآن وسنت میں اصول وقوانین تو سب موجود ہیں جو قیامت تک انسانیت کی ہر شعبہ زندگی کے لیے کافی ہیں۔ لیکن ان اصولوں کے نئے نئے پیش آنے والے واقعات وحوادثات پر منطبق کرنا اور ان

جدید متمدن معاشروں کی عملی واجتماعی اور معاشرتی زندگی کی ایک ایک بات کو شریعت کے اصولوں کے تناظر میں دیکھنا، اسلام کی کسوٹی پر پرکھنا اور ان کے صحیح وغلط ہونے کا فیصلہ کرنا اور اس بات کا فیصلہ کرنا کہ کون سی چیز کس حد تک ترمیم سے جواز کے دائرے میں آسکتی ہے۔ یہ ایک بڑا وسیع و دقیق کام تھا۔ پھر بنفس نفیس خود ان معاشروں اور اقوام میں اخلاقیات اور روحانیت کی اصل روح پھونک کر اسلام کا پورا رنگ ان پر چڑھایا۔ جس طرح صحابہ کرام پر نبی علیہ السلام کی صحبت وتربیت سے اور تابعین پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت وتربیت سے چڑھا تھا، اس کی بھی اہمیت کچھ کم نہ تھی، اس کام کے لیے حکومتی قوانین اور ریاستی نظام جو اگرچہ اسلام ہی کا عطا کردہ ریاستی نظام تھا، کافی نہ تھا بلکہ ضروری تھا کہ معاشرتی سطح پر رضاکارانہ طور پر اہل علم اور اہل اصلاح افراد سازی یعنی معاشرے کے افراد کی کردار سازی کے ذریعے اس عمل کو تکمیل تک پہنچائیں، کیونکہ ریاست اور حکومت جتنے بھی انتظامات کرلے اور اجتماعی طور پر حتی الامکان منظم کرلے وہ معاشرے کو بیرونی طور پر ضابطوں کی پابند بناسکتی ہے۔[73]

جبکہ اسلام اور مشائخ کی تربیت کا مزاج یہ ہے کہ وہ اصلاح کا عمل فرد کی تربیت اور اس کے دل میں تعلق مع اللہ پیدا کرنے خداخوفی اور خود احتسابی کی چنگاری سلگا کر شروع کرتا ہے۔ اس مضبوط بنیاد پر جب افراد تیار ہو کر معاشرہ اور قوم کی تشکیل کرتے ہیں تو اس معاشرہ کے افراد، ادارے اور حکومتی نظام کی عمارت بہت پائیداری اور استحکام کے ساتھ وجود میں آتی ہے، اداروں کو مثالی سیرت و کردار اور امانت و دیانت کے اوصاف سے متصف افراد میسر آکر بہتر انتظامی معاملات کی تشکیل کرتے ہیں۔ یہ افراد ایک طرف روحانیت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اپنی اخروی سعادت کی فکر کرتے ہیں، تو دوسری طرف اپنے سیرت و کردار اور عمل سے دنیوی اعتبار سے بھی معاشرے کو ایک مثالی معاشرہ بنادیتے ہیں۔ اب افراد کے اندر یہ قوی ترین محرک پیدا کرنا جو خداخوفی اور خود احتسابی سے عبارت ہے اور جس کی وجہ سے ان افراد سے تشکیل پانے والا معاشرہ ہر قسم کی دنیوی واخروی سعادتوں کا جامع ہوتا ہے۔ اس کے لیے مستقل اداروں اور رجال کاروں کی ضرورت تھی جو پورے طور پر شریعت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں اور پھر وہ نبوی منہج پر افراد کی تربیت سازی کا نظام قائم کریں، اسی سیاق وسباق کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرات مجددیہ نے خانقاہ شور بازار میں اپنے دعوتی وسماجی اسلوب کو رواج دیا جس سے افکار باطلہ کو مغلوب کرنے میں خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔[74]

افغانستان کے طول وعرض میں مذہبی وروحانی دوروں کے دوران جہاں جہاں اخلاف مجددیہ جلوہ افروز تھے اور رشد و ہدایت کے سامان اخروی سے افغان معاشرے کی نمو کو پروان چڑھارہے تھے وہیں خانقاہ شور بازار کے حضرات مجددیہ نے نہ صرف ان سے روابط کیے بلکہ دعوت و ارشاد اور بالخصوص تصوف کو اسلامی ثقافت کا عین شعار قرار دیتے ہوئے اسے انوار نبوت سے اخذ شدہ چراغ قرار دیا کہ جس کو معاشرے میں رائج کرنے سے بے راہ روی کا سد باب کرنے اور تہذیب میں اخلاق و تقوی کو فروغ کرنے میں اہم پیش رفت ممکن ہو سکے گی۔ محمد ابراہیم مجددیؒ

معروف بہ ضیاء المشائخ (م۔1399ھ/1979ء) نے خانقاہ قلعہ جواد میں ہونے والے ایک اہم تربیتی اجلاس میں تصوف کی ضرورت واہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔

"علم تصوف در اسلام طبق آثار منصوص وماثور کہ بما حسب تواتر معنوی رسیدہ یکی از شعب بزرگ ثقافت اسلامی بودہ ودر ہر زمان کہ از نقطہ نگاہ تاریخ بامعان نظر دیدہ میشود آثار تصوف در امت سابقہ معلوم میگردد امت اسلامی کہ خیر الامم است وپیغمبر شان ذات مقدس رحمۃ للعالمین علیہ السلام میباشد شان خاصی این امت برگزیدہ در سلسلہ تصوف دارند کہ اصول آن از انوار نبوت مقتبس گردیدہ۔"[75]

یہ ہیں وہ کلیدی کلمات ہیں جن سے افغان معاشرے کے ہر عام وخاص نے حظ وافر اٹھایااور تصوف کو ثقافت اسلامی کا اہم جزو گردانے لگے نیز سابقہ امم کی بجائے تصوف کے جو اصول و معارف حضرت رحمتہ العالمین ﷺ کے انوار نبوت سے اخذ شدہ ہیں وہ در حقیقت کسی بھی معاشرے کے لیے مشعل راہ کی مانند ہیں۔ حضرات مجددیہ نے باور کر وایا کہ تاریخ کا عمیق مطالعہ کرنے سے بھی یہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ امت کے برگزیدہ شخصیات نے تصوف کو اپنایا بلکہ اسکے اصول وضوابط کو قائم کر کے شریعت مطہرہ کو سب سے اہم جزو قرار دیا اور اس سے اخذ شدہ اسرار ودقائق، انوار وتجلیات اور مقام تقوٰی کا معیار وماخذ قرآن وسنت قرار دیا۔[76]

ابراہیم جان مجددی شہیدؒ نے اپنے والد گرامی نور المشائخ مجددیؒ کے حکم پر افغانستان کے طویل اسفار کیے اور انکی ہی ایماء پر اپنے جد امجد خواجہ صفی اللہ مجددیؒ کی تصنیف لطیف مخزن الاسرار احمدی فی کشف الاسرار مجددی[77] کو شائع کرنے کا مصمم ارادہ بنایا تاکہ اس خطہ کی تمام معروف خانقاہوں و مدارس میں اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کروایا جائے جس سے معاشرے میں تصوف کی طرف رغبت زیادہ سے زیادہ کی جاسکے۔ ذکر کی عام ترتیب، سلاسل اربعہ میں مجددی سلوک کی افادیت و منفردیت اور سلوک کی راہ کو سہل کرنے میں اس کتاب کو شائع کرنے پر زور دیا تاکہ علماء براہ راست اس سے اکتساب فیض کر کے عوام الناس کو اسکی چاشنی سے بہرہ مند کر سکیں۔ ضیاء المشائخ مجددیؒ رقمطراز ہیں:

"اصول تصوف کہ بحیث یک علم و معرفت مستقل دانستہ میشود همین سلاسل اربعہ میشودہ بر اں احاطہ نمودہ کہ طرق دیگر از ہمین اصول، فروعات رااستنباط نمودہ اند۔ برای اینکہ ترتب اذکار طرق مرتبادر یک رسالہ محفوظ باشد ضرورت زیادہ بدان محسوس میگشت لذا رسالہ مخزن الانوار فی کشف الاسرار یگانہ رسالہ موجز ومفید است کہ ترتب اسباق علم تصوف راکہ در طرق اربعہ آمدہ در برگفتہ وبتمام معنی ازان بحث عالمانہ نمودہ والبتہ منقول عند آن در تصوف مستند است۔"[78]

فروعی اختلاف سے بالاتر ہو کر سلاسل اربعہ کے اصولوں کے عین مطابق ایک ایسے رسالے کی اشاعت کا انتظام وانصرام

کیا گیا جس میں تصوف کو علم و معرفت کے ایک باقاعدہ فن کے طور پر متعارف کروایا گیا۔ جس میں سلوک و افکار کے طریقہ جات کو یکجا کر کے معاشرے کے لیے ایک مفید جزولاینفک بنادیا جائے جس میں عالمانہ اور ناصحانہ انداز سے ہر عام وخاص کے دل کو دست گرفتہ کیا جاسکے اور حقانیت تصوف کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کرنے میں تقویت مل سکے۔

دین فطرت، شریعت مطہرہ کے چشمہ صافی سے سیر اب ہونے والی کابل کی اس خانقاہ کی صحبت و تربیت سے براہ راست اکتساب فیض پانے والی مخلوق نے اس درجہ احسان کا حصول کیا کہ مقام عبدیت وبندگی کی معراج تک رسائی حاصل کرنے لگے۔ وہ لوگ جو معاشرے میں جنگ وجدل، قتل وغارت، لوٹ مار اور ہر طرح سے استحصال معاشرہ کی طرف گامزن تھے کچھ عرصہ میں ہی ان کی کایا پلٹنے لگی اور وہ معاشرے کے ناسور کی بجائے بالیدگی کا پیش خیمہ بننے لگے۔ (79)

بیسویں صدی 1970ء کی دہائی میں خانقاہ شور بازار کے مؤسسین نے بنفس نفیس اور اپنے صاحبزادگان کی وساطت سے متفرق رسائل تصوف، مکتوبات امام ربانی ومکتوبات معصومیہ، اخلاق حمیدہ اور سعی عظیمہ کی تحت افغانستان کے ہر خطہ میں یہ باور کروانے کی جدوجہد کی کہ مرتبہ احسان کو اپنانے سے قرآن و سنت کی اصل روح کا مطالعہ کرنے کا وجدان پیدا ہوتا ہے، نیز بندہ مومن کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی معیت خاصہ اور ان کی عظمت وبزرگی کا دائمی استحضار قلب میں حاصل ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت طبیعت میں اچھی طرح راسخ ہو جاتی ہے بعینہ ایسے ہی جیسے نبی کریم ﷺ کی صحبت و تربیت نے صحابہ کرام کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا، اسی وجہ سے صحابی کا لقب اور صحابیت کا منصب اس قدوسی جماعت کی پہچان اور ان کا سرمایہ افتخار قرار پایا۔ اسی طرح انہی کے جانشینوں اور متبعین نے ان روحانی اور باطنی کمالات کو نسل در نسل آگے پھیلانے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اسی بنا پر مجدد الف ثانی اور اخلاف مجددیہ نے تین صدیوں میں مجاہدانہ کردار ادا کر کے چہار دانگ عالم میں اسلام کا نہ صرف سکہ بٹھایا بلکہ گمراہیوں کے اندھیروں میں آسمانی ہدایت کا ڈنکہ بجوادیا۔ جس کے نتیجہ میں دارالکفر ہندوستان میں دوبارہ سے اسلامی تعلیمات کا دور دورہ ہوا بلکہ خطہ خراسان میں بھی ہر مجددی خانقاہ نے رد کفر و الحاد اور فلسفیانہ موشگافیوں کا رد کر کے قرآن و سنت کی حقیقی تعلیمات کو صراحت کے ساتھ واضح فرمایا، جس کے گہرے اثرات آج بھی افغانستان میں دکھائی دیتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر Cf. Bo Utas افغانستان کی متفرق خانقاہوں بالخصوص خانقاہ شور بازار کابل کے مشائخ سے اپنی تفصیلی ملاقات کرنے کے بعد نہایت متاثر تھے۔ آپ اپنی تحقیق ونگارش کا انتساب انہی مشائخ مجددیہ کو کرنا عین سعادت سمجھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> I dedicate this simple presentation to the memory of those pirs, some of them remarkable men and probably all of them now gone. (80)

1980ء-1970ء کی دہائی کے پر آشوب حالات میں افغانستان میں خانہ جنگی کے اثرات افق پر چھا رہے تھے اور وحشت وبربریت کا حاصل آہستہ آہستہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا، مگر یہ حضرات محض رضائے الٰہی کے حصول کے لئے تن، من، دھن سے علم دین کی خدمت میں مصروف عمل تھے۔

حضرات مجددیہ کی گرفتاری اور ملک بھر کے علماء ومشائخ کی گرفتاری وشہادتوں نے افغانستان کی عوام کو جگادیا اور ایک فیصلہ کن موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا کہ یہ روسی حکومت اصل میں طاغوتی قوتیں ہیں جو افغانستان میں سے اسلام کا خاتمہ اور کفر کا نظام چاہتے ہیں اور مارکسزم، سوشلزم اور سوفسطائی نظام کے نفاذ میں سر گرم عمل ہیں۔ان واقعات سے افغان عوام میں ان کے خلاف شدید نفرت اور غم وغصے کا رجحان بڑھا۔ خراسان، بخارااور ترکمانستان اور دیگر بلاد اسلامیہ میں جہاں ابھی چھوٹی موٹی لڑائیاں جاری تھیں ان حضرات مجددیہ کی گرفتاری اور شہادت نے صورت حال کو جہاد افغانستان میں بدل دیااور افغان جوانان نے USSR کو برباد کرنے کا عزم اور افغانستان سے نکالنے پر نہایت شدت سے تل گئے۔ خطہ کی عوام نے علماء ومشائخ کے اس فتوی پر من وعن اتفاق کیا کہ یہ روسی کمیونسٹ قبطی خرسان یعنی خنزیر ہیں اور ان کے قتل کو فرض عین قرار دیااور فتوی جہاد پر دلیری سے عمل کر دکھایا۔[81]

مقالہ کا خلاصہ

خانقاہ شور بازار کے مجددی صوفیا کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت، سنت مصطفی ﷺ کی کامل تابعداری، دین اسلام کی اشاعت اور ملت اسلامیہ کے اتحاد ویکجہتی کے لئے کی جانے والی مساعی جمیلہ کے تناظر میں اس وقت افغانستان میں دین کے نفاذ اور اس کو جامع طور پر وسعت دینے کے لیے ان گنت مسائل جیسے الحاد، دہریت اور عالمی طاقتوں کے بار رسوخ جیسے چیلنجز کا سامنا تھا۔ بیسویں صدی میں ان قوتوں کے عمیق اثرات بھی پوری شدت سے خطہ پر مرتب ہورہے تھے۔ دین کے تشخص کو مسخ کرنے اور عقائد اسلام کو جدیدیت، آزادی نسواں اور الحاد کے رنگ میں رنگتے جارہے تھے۔ یہ تاثر عام ہوتا جارہا تھا کہ ریاست کو دین کی اصل ہئیت اور طرق اسلامیہ سے اجنبی کر دیا جائے گا۔ تعلیمات تصوف اور مدارس بھی بے راہ روی کا شکار ہو کر فقط فتنہ کا باعث بنیں گے۔ تب کابل سے اخلاف مجددیہ نے ان تمام فتنوں کی بیخ کنی کا جذبہ پیدا کیا۔ سادہ لوح عوام اور امراء کو فہم وحکمت کے ساتھ اوامر اسلامیہ سمجھائے۔ بادشاہان وقت کے سیاسی فیصلوں پر اثر انداز ہو کر ان کو قرآن وسنت کے مطابق درست کرنے کے احکامات دیے اور ان کی بنائی ہوئی دینی ومعاشی پالیسی کو اغیار کی دی ہوئی باطل فکر سے محفوظ رکھنے پر آگہی دی۔ نیز شریعت محمدیہ ﷺ کی درست ترجمانی کرتے ہوئے عقائد کی اصلاح پر زور دیااور معاشرے میں نبی کریم ﷺ کی ابدی وآفاقی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا درس دیا۔

نتائج وسفارشات

1. خانقاہ شور بازار کے صوفیا نے اللہ تعالی کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کی فکری تبلیغ کی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔ ان صوفیا نے دین اسلام کی اشاعت اور ملت اسلامیہ کے اتحاد و یکجہتی کے لئے مساعی جمیلہ کی۔ ان صوفیا نے افغانستان میں دین کے نفاذ اور اس کو جامع طور پر وسعت دینے کے لیے الحاد ودہریت اور عالمی طاقتوں کے اثر ورسوخ جیسے چیلنجز کا سامنا کیا۔
2. بیسویں صدی میں افغانستان میں دین کے تشخص کو مسخ کرنے اور عقائد اسلام کو جدیدیت، آزادی نسواں اور الحاد کے رنگ میں رنگنے کی بھرپور کوشش ہو رہی تھی۔ یہ تاثر عام ہوتا جا رہا تھا کہ ریاست کو دین کی اصل ہئیت اور طرق اسلامیہ سے اجنبی کر دیا جائے گا۔ اس حالت میں خانقاہ شور بازار کے صوفیا نے افغانستان میں دین کے تشخص اور عقائد کو بھرپور انداز میں بیان کیا اور افغان مسلمانوں کو جدیدیت، نام نہاد آزادی نسواں اور الحاد کے مسائل کی حقیقت سے روشناس کرایا۔
3. جب یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اہل خانقاہ اور مدارس بھی بے راہ روی کا شکار ہو کر فتنہ کا باعث بنیں گے تب کابل سے صوفیائے مجددیہ نے ان تمام فتنوں کی بیخ کنی کی۔ بادشاہان وقت کے سیاسی فیصلوں پر اثر انداز ہو کر ان کو قرآن وسنت کے مطابق درست کرنے کے احکامات دیے اور ان کی بنائی ہوئی دینی ومعاشی پالیسی کو باطل فکر سے محفوظ رکھنے پر آگہی دی۔
4. خانقاہ شور بازار کے صوفیا نے افغانستان میں شریعت محمدیہ ﷺ کی درست ترجمانی کرتے ہوئے عقائد کی اصلاح پر زور دیا اور معاشرے میں نبی کریم ﷺ کی ابدی و آفاقی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا درس دیا۔
5. ضرورت اس امر کی ہے کہ روایت وجدیدیت کے فرق کو سمجھا جائے اور صوفیائے کرام کی تعلیماتِ دین اور اخلاصِ عمل کو اجاگر کیا جائے تاکہ مسلمان نسل سچ اور باطل کے درمیان تمیز کر سکے۔

حوالہ جات

1. G.J,Arez, Geography of Afghanistan, (Kabul: Times Annual,1970), PP:19

2. Tahir Amin, Afghanistan, Crisis, Implications and options for Muslim world, Iran and Pakistan, (Islamabad: Institute of policy studies,1987), PP:40

[3] سرہندی، محمد احسان مجددی، روضۃ القیومیہ، (ترتیب: پیرزادہ اقبال احمد فاروقیؒ)، (لاہور: مکتبہ نبویہ، 2002ء)، 2/285

[4] وحدت، شیخ عبدالاحد، لطائف المدینۃ، (مترجم: محمد اقبال مجددی)، (لاہور: آر۔ زیڈ پیکجز، 2004ء)، ص:05

5 Olesen Asta, Islam and Politics in Afghanistan, (London: Routledge, 2006), PP:47

[6] خواجہ محمد نعیم صدیق، خدام الفرقان، (کابل: خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ قلعہ جواد، 1391 شمسی ہجری)، ص:122۔123

[7] ایضاً، ص:123

8Cf. Ludwig. Adamec, Historical and Political who's who of Afghanistan, (Graz: Akademische Druck-uVerlagsanstalt,1975), PP:215

[9] طالقانی، حاجی حفیظ اللہ سیرت بدخشی، حضرت مجدد الف ثانی کارنامہ ہای جہادی، (مقام اشاعت: ندارد، مکتبہ ندارد، 1366 ش ھ)، ص:164

10 Senzil, Nawid, Aman-Allah and the Afghan 'Ulama: Reaction to Reforms, 1919-29, (Arizona: The University of Arizona, 1987), PP:32

11 Cf. Ludwig.Adamec, Historical and political who's who of Afghanistan, Table:86, PP:215

12 Cf. Bo Utas, The Naqshbandiyya of Afghanistan on the Eve of the 1978 coup d'Etat, (ed. Elisabeth Ozdalga), Naqshbandis in Western and Central Asia Change and Continuity, (Istanbul: Swedish Research Institute in, 1997, PP:126-127

[13] ڈاکٹر ابوالخیر زبیر، تجلیات ضیائے معصوم، (کراچی: ادارہ معارف مجدد الف ثانیؒ، 1996ء)، ص:27

[14] ایضاً

[15] خواجہ محمد نعیم صدیق، خدام الفرقان، ص:123

[16] ایضاً، ص:124۔123

[17] عشرتی، اکادیمیسن عبدالاحد، تصوف یاوادی گمشتگان، (کابل: مؤسسہ انتشارات الازھر، 1389 ش ھ)، ص:152

18 Bo Utas, Dr, The Naqshbandiyya of Afghanistan on the Eve of the 1978 coup d'Etat, (ed. Elisabeth Ozdalga), Naqshbandis in Western and Central Asia Change and Continuity, (Istanbul: Swedish Research Institute in, 1997), PP:117

19 Ibid, PP: 117-118

[20] کاشفی، علی بن حسین واعظ، رشحات عین الحیات، (تہران: انتشارات بنیاد نیکوکاری نوریانی، 1977ء)، ص:34۔33

21 Gross.Jo-Ann, Khoja Ahrar : a study of the perceptions of religious power and prestige in the late Timurid period, Ann Arbor, (Mich: University Microfilms International, 1984),PP:20-25

22 Babadzanov, Baxtiyor M, On the History of the Naqsbandıya Mugaddidıya in Central Mawara annahr in the Late 18th and Early 19th Centuries." Muslim Culture in Russia and Central Asia from the 18th to the Early 20th Centuries, (Berlin: Klaus Schwarz Verlag 1996),PP:385-413

23 Cf. Ludwig W. Adamec, Historical and Political Who's of Afghanistan, (Graz: Akademische Druck-uVerlagsanstalt، 1975), PP: 215, Table 86.

24 Ziad,Dr.Waleed, From Yarkand to Sindh via Kabul: The Rise of Naqshbandi-Mujaddidi Sufi Networks in the Eighteenth and Nineteenth Centuries, (Brill,London,2019), PP:150 (https://doi.org/10.1163/9789004387287_007)

25 طالقانی، حاجی حفیظ اللہ سیرت بدخشی، حضرت مجدد الف ثانی کارنامہ ہای جہادی، ص:100

26 چھوڑائی، میاں محمد امین، مناقب مخدومین، (مقدمہ: محمد اقبال مجددی)، (لاہور: امام ربانی پبلی کیشنز، 2018ء)، ص:20-16

27 خواجہ محمد نعیم صدیق، خدام الفرقان، (کابل: خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ قلعہ جواد، 1391 شمسی ہجری)، ص:124-123

28 Cf. Ludwig W. Adamec, A Biographical dictionary of Contemporary Afghanistan,
(Graz:Akademische Druck-uVerlagsanstalt,1987) , PP: 122

29 Cf. Ludwig W. Adamec, Historical and Political Who's of Afghanistan, PP: 139, Table 88.

30Ibid, PP:125.

31 رشیدی، الحاج مولوی شیر آغا، دلوگر نومیالی عالمان، (لوگر: اشرفیہ کتاب خانہ، 1387ش ھ)، ص:16

32 غوث خیبری، پہ افغانستان کی توپان، (کابل: دانش خپرندوی ٹولنی، 1378ش ھ)، ص:206

33 مجددی، پروفیسر صبغت اللہ، سیر درد مکتوبات وافی آیات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز، (کابل: خانقاہ مجددیہ قلعہ جواد، 2004ء)، ص:76-75

34 سرہندی، خواجہ محمد احسان مجددی، روضۃ القیومیہ، (ترتیب: پیرزادہ اقبال احمد فاروقیؒ)، (لاہور: مکتبہ نبویہ، 2002ء)، 287/2

35 Roy, Olivier, Islam and resistance in Afghanistan, (New York, Cambridge University Press, 1990),PP:42-43

36 مطمئن، عبدالحی، ملا محمد عمر طالبان او افغانستان، (کابل: افغان خپرندویہ ٹولنہ، 1389ش ھ)، ص:40-39

[37]خواجہ محمد نعیم صدیق، خدام الفرقان، ص:124۔123

[38] طالقانی، حاجی حفیظ اللہ سیرت بدخشی، حضرت مجدد الف ثانی کارنامہ ہای جہادی، ص:165

[39] ایضاً، ص:167۔166

[40] ایضاً، ص:168

[41] مجددی، خواجہ محمد حسن جان، انساب الانجاب، ص:104

42Waleed, Transporting Knowledge in the Durrani Empire, Two Manuals of Naqshbandi-Mujaddidi Sufi Practice, (US: University of California Press, 2016), PP:111 (https://doi.org/10.1525/9780520967373-011)
http://www.jstor.org/stable/10.1525/j.ctt1kc6k3q.11

43Adamec, W. Ludwig. Afghanistan 1900-1923: A Diplomatic History. (Berkeley: University of California Press, 1967), table 86-92

44 Cf. Bo Utas, The Naqshbandiyya of Afghanistan on the Eve of the 1978 coup d'Etat, Naqshbandis in Western and Central Asia Change and Continuity, PP:118

45 Edwards, David Busby, Charismatic Leadership and Political Process in Afghanistan, (UK Central Asian Survey, 1986, 3/4), 5/287

[46] غبار، غلام محمد میر، افغانستان در مسیر تاریخ، (کابل: مکتبہ ندارد، 1328ش ھ)، ص:70۔65

47Ziad, Waleed, Transporting Knowledge in the Durrani Empire, Two Manuals of Naqshbandi-Mujaddidi Sufi Practice, (US:University of California Press, 2016), PP:108-111 (https://doi.org/10.1525/9780520967373-011)

[48] ڈاکٹر محمد مسعود احمد، جہان امام ربانی، (کراچی: امام ربانی فاؤنڈیشن، 2005ء)، 6/205۔200

[49] خواجہ محمد نعیم صدیق، سخنرانی ہائی حضرت مولانا نور المشائخ، حضرت مولانا ضیاء المشائخ و حضرت مخدوم بزرگوار ابو احمد اسماعیل مجددی قدس اللہ اسرارہم اجمعین، ص:15۔14

[50] البقرۃ:153

[51] محمد اسماعیل ریحان، دافغانستان تاریخ، (پشاور، مکتبہ فاروقیہ، 2012ء)، ص:333

[52] مندوخیل، عبد الرحیم خان، افغان او افغانستان، (کوئٹہ: پختو نخواہ ادبی ٹانگہ، 2015ء)، ص:55۔50

[53]خواجہ محمد نعیم صدیق، سخنرانی ہائی حضرت مولانا نور المشائخ، حضرت مولانا ضیاء المشائخ و حضرت مخدوم بزرگوار ابو احمد اسماعیل مجددی قدس اللہ اسرارہم اجمعین، ص:08۔07

[54]غبار، غلام محمد میر، افغانستان در مسیر تاریخ، ص:70۔65

[55] خواجہ محمد نعیم صدیق خدام الفرقان، ص:124

[56] البقرۃ:208

[57] خواجہ محمد نعیم صدیق سخنرانی ہائی حضرت مولانا نورالمشائخ، حضرت مولانا ضیاء المشائخ و حضرت مخدوم بزرگوار ابو احمد اسماعیل مجددی قدس اللہ اسرارہم اجمعین: ص:10

[58] ایضاً، ص:11-10

[59] ایضاً، ص:11

60Waleed, Transporting Knowledge in the Durrani Empire, Two Manuals of Naqshbandi-Mujaddidi Sufi Practice, (US:University of California Press, 2016), PP:108-111 (https://doi.org/10.1525/9780520967373-011)

[61] فضل الرحمٰن، مجددی، مناقب صدر المشائخ، مشمولہ: حکیم محمد موسیٰ امرتسری،(لاہور:بزم مجددیہ عثمانیہ صدریہ، 1405ھ)، ص:14

[62] مجددی، فضل عمر، ارشاد قیوم،(کابل: کتاب فروشی شیخ احمد جام ژندہ پیل، 1351 شمسی ہجری)، ص:60

[63] محمد ہوتک، پٹہ خزانہ،(کابل: چہار باغ، 1322 شمسی ہجری)، ص:05-03

[64] زرمتی، رحیم اللہ مولوی، پہ افغانستان کی د مجدد صاحب کورنی، ص:77

[65] مولوی محمد گل سعید، دافغانستان مفاخر،(پشاور: مکتبہ فاروقیہ، سنہ ندارد)، ص:380-361

[66] محمد ہوتک، پٹہ خزانہ، ص:03

[67] خواجہ محمد نعیم صدیق، خدام الفرقان، ص:122

[68] خواجہ محمد نعیم صدیق، سخنرانی ہائی حضرت مولانا نورالمشائخ، حضرت مولانا ضیاء المشائخ و حضرت مخدوم بزرگوار ابو احمد اسماعیل مجددی قدس اللہ اسرارہم اجمعین، ص:14

[69] خواجہ محمد نعیم صدیق، سخنرانی ہائی حضرت مولانا نورالمشائخ، حضرت مولانا ضیاء المشائخ و حضرت مخدوم بزرگوار ابو احمد اسماعیل مجددی قدس اللہ اسرارہم اجمعین، ص:17-13

[70] نعمانی، مولوی محمد اکرم، دکابل د قلعہ جواد صاحبان او خد متونہ یی، ص:88

71Bo Utas, Cf, Dr, The Naqshbandiyya of Afghanistan on the Eve of the 1978 coup d'Etat, Naqshbandis in Western and Central Asia Change and Continuity, PP:130-140

[72] خواجہ محمد نعیم صدیق، سخنرانی ہائی حضرت مولانا نورالمشائخ، حضرت مولانا ضیاء المشائخ و حضرت مخدوم بزرگوار ابو احمد اسماعیل مجددی قدس اللہ اسرارہم اجمعین، ص:10

[73] ایضاً، ص:13۔11

[74] خواجہ محمد نعیم صدیق، خدام الفرقان، ص:130۔126

[75] مجددی، محمد صفی اللہ، مخزن الانوار فی کشف الاسرار، (مقدمہ: محمد ابراہیم مجددی)،(کابل، خانقاہ قلعہ جواد، 1355 شمسی ہجری)، ص:02

[76] طالقانی، حاجی حفیظ اللہ سیرت بدخشی، حضرت مجدد الف ثانی کارنامہ ہای جہادی، ص:124۔122

[77] اس رسالے کے مصنف خواجہ صفی اللہ مجددی فاروقی کابلی معروف بہ قیوم جہان ہیں۔ آپ مجدد الف ثانی کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ سکھوں کی شورش اور سرہند کی تباہی کے بعد شاہ افغانستان احمد شاہ ابدالی کی پرزور فرمائش پر اپنے برادر اکبر و شیخ شاہ غلام محمد پشاوری کی معیت میں سرہند سے پشاور اور پھر افغانستان میں سلسلہ مجددیہ کو پھیلانے کا اہم سبب بنے۔ آپ کا وصال 1212ھ کو حدیدہ یمن کے مقام پہ دوران سفر حج ہوا۔

[78] مجددی، محمد صفی اللہ، مخزن الانوار فی کشف الاسرار، ص:2

[79] مجددی، فضل الرحمٰن، مناقب صدر المشائخ، مشمولہ: مولانا محمد عبد الحامد قادری بدایونی، ص:18

80 Cf. Bo Utas, The Naqshbandiyya of Afghanistan on the Eve of the 1978 coup d'Etat, Naqshbandis in Western and Central Asia Change and Continuity, PP:126-127

[81] نعمانی، مولوی محمد اکرم، دکابل د قلعہ جواد حضرت صاحبان او خدمتوندلی، ص:48